عروج وزوال کے الٰہی قوانین

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۱۰)

رسول اللہ کی بیان کردہ ایک مثال سے صبر کے مقام کی وضاحت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت کی تشکیل کی تھی اس کا ایک ایک فعل صبر و تحمل کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ تھا مظلومی میں صبر مقابلہ میں عزم، قوت وطاقت میں عفو تاریخ انسانیت کے وہ نمونے ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی نہیں جمع ہوئے ہیں اس جماعت کے صبر و استقامت کا اثر عملی جدوجہد میں کتنا اور کس حیثیت سے ظاہر ہوتا تھا اس کو آپ نے ایک مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھایا تھا

فرض کرو ایک شخص کو کام کرنے والوں کی تلاش ہے اس نے کام کی نوعیت اور محنت کے پیش نظر وقت اور مزدوری مقرر کر دی ہے اور دن کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے

(۱) صبح سے دوپہر تک (۲) دوپہر سے عصر تک (۳) عصر سے مغرب تک۔

پہلے دو حصوں میں کام کرنے والوں کی مزدوری ایک ایک قیراط ہے اور تیسرے حصہ میں کام کرنے والوں کی مزدوری دو دو قیراط ہے پہلے حصہ میں وقت کافی دینے کے باوجود مزدوری ایک قیراط ہے اور دوسرے میں پہلے کے لحاظ سے وقت کم اور مزدوری برابر ہے اور تیسرے میں وقت سب سے کم اور مزدوری دوگنی ہے۔ مزدوری اور وقت کا یہ تفاوت مزدوروں کی صلاحیت اور کارکردگی کی نوعیت کی بنا پر ہے ورنہ کام لینے والے کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب کو ایک ہی قسم کی مزدوری دینے کے لئے وہ تیار ہے۔ پھر آپ نے اس مثال کو کھول کر بیان کیا اور فرمایا کہ پہلے حصہ میں کام کرنے والے یہودی ہیں اور دوسرے میں عیسائی اور تیسرے میں مسلمان ہیں۔[1]

[1] بخاری از مشکوٰۃ

چنانچہ دنیا نے ان تینوں کو اپنے اپنے مقام پر اسی طرح دیکھا جس طرح رسول اللہ نے اس مثال میں ان کا نقشہ کھینچا ہے پھر جب حالات بدل گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا مقام چھوڑ دیا تو نتائج کا بدل جانا لازمی امر تھا۔

تواصی بالصبر میں عملی ہمدردی و امداد کے ساتھ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین مراد ہے

"تواصی بالصبر" میں خود صبر کرنے کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور ترغیب مراد ہے ترغیب صبر کے بارے میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی فرد مصائب و مشکلات سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے جماعتی ساتھی زبانی صبر و ثبات کی تلقین کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں لیکن جہاں تک اس کی عملی ہمدردی اور امداد کا تعلق ہے حیثیت و استطاعت کے باوجود اس کے لئے کوئی نہیں تیار ہوتا ہے قرآن حکیم جس قسم کی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے اس میں اس صورتِ حال کی قطعاً گنجائش نہیں ہے بلکہ وہ اس کو منافقت سے تعبیر کرتا ہے۔ یہاں پہلے عملی ہمدردی و امداد ہے پھر اس کے بعد صبر کی ترغیب و تلقین جیسا کہ درج ذیل آیتوں سے یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے

فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة ثم كان من الذين آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة (۹۰/۱۱ تا ۱۷)

پھر وہ (دی ہوئی نعمتوں کے شکر میں) گھاٹی سے نہ گذرا اے پیغمبر آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی سے گذرنے سے میری کیا مراد ہے؟ میری مراد یہ ہے کہ کسی کی گردن کا پھندا چھڑانا بھوک کے قرابت دار، یتیم اور خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا پھر اس کے بعد وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی تلقین کی ہو۔

یہاں باہمی امداد و غم خواری کی شکلوں کو "گھاٹی" سے تشبیہ دینا اور ایمان کو اس کے بعد ذکر کرنا (حالاں کہ ایمان سب سے مقدم ہے) دراصل اس کی اہمیت کو بتانے کے لئے ہے اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہے کہ تواصی بالصبر اور تواصی بالمرحمة کا اثر عملی زندگی میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ مذکورہ گھاٹی سے عبور کیا ہو ورنہ اس کے

بغیر زبانی صبر کی تلقین وہ اثر نہیں پیدا کرتی جو قرآن کا مقصود ہے اور جماعتی اسپرٹ کے شایانِ شان ہے۔

تواصی بالصبر کے مفہوم میں چار چیزیں داخل ہیں

ذیل میں ایک اور آیت ذکر کی جاتی ہے جس سے "تواصی بالصبر" کی تشریح ہوتی ہے۔

یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝

اے ایمان والو (اگر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو) (۱) تو صبر کرو (۲) ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو (۳) آپس میں بندھ جاؤ اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

اصبروا اور صابروا کی تفصیل اوپر گذر چکی رابطوا (راہِ عمل میں تعاون و اشتراک کے جذبہ کے ساتھ اس طرح گتھے اور مستعد رہو کہ مخالف کو کسی طرح در اندازی کا موقع نہ ملے اتقوا۔ اجتماعی زندگی کی کامیابی و ناکامی میں تقویٰ کو کس قدر دخل ہے اس کا اندازہ ذیل کے خط سے ہوتا ہے جو حضرت عمرؓ نے کمانڈر انچیف سعد بن ابی وقاص اور فوجیوں کے نام لکھا تھا یہ فوج غالباً جنگ قادسیہ میں ایرانیوں سے لڑنے کے لئے گئی تھی یہاں ہم صرف وہی دفعات نقل کرتے ہیں جن کا تعلق "تقویٰ" سے ہے اس خط کو پڑھئے اور پھر اسلامی اجتماعیات پر غور کیجئے، یہ واضح رہے کہ یہ خط فوجیوں کو لکھا گیا تھا اور وہ بھی میدانِ جنگ میں

"میں تم (سعد بن وقاص) کو اور تمہاری فوج کو تاکید کرتا ہوں کہ

(۱) ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو کیوں کہ اللہ کا خوف دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار اور جنگ کی سب سے مؤثر چال ہے۔

(۲) تم اور تمہاری فوج دشمن سے جتنے ہوشیار رہیں اس سے زیادہ "معاصی" سے ہوشیار رہیں کیوں کہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اپنے معاصی سے پہنچتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کی فتح مندی کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن معاصی میں گرفتار ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم دشمن پر فتح نہ پا سکیں کیوں کہ ہماری تعداد اس سے کم اور ہمارے ہتھیار اس سے گھٹیا

ہیں اس بنا پر ہم معاصی ہیں اگر دشمن کے برابر ہوں تو وہ قوت ہیں ہم سے بڑھ جائے گا اور اگر ہم راستبازی کی قوت سے اس پر غلبہ نہ پاسکیں تو اپنی فوجی قوت سے یقیناً نہ پاسکیں گے۔

(۴) تم کو یاد رہے کہ اللہ کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمھارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں جن کو تمھارے ہر فعل کا علم ہوتا ہے ان سے غیرت کرو اور اللہ کی نافرمانی (معاصی) سے بچتے رہو۔

(۵) یہ نہ کہو کہ دشمن ہوں کہ بُرا ہے اس لئے کبھی ہم پر فتح نہ پاسکے گا کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض قوموں پر ان سے بُری قومیں غالب آجاتی ہیں جس طرح بنی اسرائیل پر مجوسی کافر غالب آگئے تھے جب کہ بنی اسرائیل نے نافرمانیوں سے اللہ کو ناراض کیا تھا فجاسوا خلل الدیار وکان امر اللہ مفعولا۔

(۶) اللہ سے دعا مانگو کہ تمھارے اندر معاصی سے بچنے کی طاقت پیدا ہو اور یہ دعا اسی خلوص سے ہو جس خلوص سے تم دشمن پر فتح پانے کی دعا مانگتے ہو میں بھی اپنے اور تمھارے لئے اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں[1]۔

ان چند واقعات سے اسلام اور مسلم قوم کا مزاج سمجھ میں آتا ہے اور یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام حالات میں قیام و بقاء کی بنیاد اخلاق پر رکھی جاتی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا (اگرچہ اس کو قانونی حیثیت نہیں حاصل ہے) ہے کہ جب میدان میں اچھی قوم موجود نہیں ہوتی تو خود فریبی میں مبتلا قوم کی سرکوبی کے لئے اس سے بُری قوم اُس پر مسلط کر دی جاتی ہے۔

یہاں قیام و بقاء کے چار بنیادی اصولوں کی بحث ختم ہوگئی ان اصولوں کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ کے اس قول پر غور فرمایئے کہ اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو بندوں کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔ اس سورت کی جامعیت کی بنا پر سلف کا یہ حال تھا کہ جب آپس میں ملتے تو جُدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

---

[1] عقد الفرید از بُرہان ماہ دسمبر ۵۵ء